ایک آہ! ایک فریاد!!!

نشاط رومی مصباحی

دل ودماغ آج 2020 کی ان خاردار یادوں کی وادیوں میں محو ہیں جب کورونا وائرس پورے شد و مد کے ساتھ جہان ہست و بود پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ ہر سو خوف و ہراس کا ماحول بر پا تھا۔ اب پوری دنیا کی ایسی تصویر بننے والی تھی جس کا ادراک ذہن انسانی سے بالکل ماوار تھا۔ تعلیم گاہوں سے لے کر کاروباری مراکز تک، گاؤں، دیہات سے لے کر شہروں کے گلی کوچوں تک وبائی مرض کی آماجگاہ بننے والے تھے۔ دنیا کی رونقیں اور بہاریں سمٹتی جارہی تھیں گو کہ قیامت کی ہولناک مناظر نگاہوں سے دوچار ہو رہے تھے۔ مدارس میں سالانہ امتحانات بھی سر پر تھے۔ یکایک امتحان منسوخ کرواکر تمام طلبہ کو گھر جانے کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ قلبی اضمحلال اور صورت حال سے خائف ہو کر اپنا سامان اٹھائے چند احباب کی معیت میں مئو جنکشن پہنچا۔ مئو سے چھپرہ جنکشن، اور وہاں سے ٹرین بدل کر سمستی پور جنکشن پہنچا۔ عبد العلیم بھائی کٹیہار تک کی ٹرین معلوم کرنے کی غرض سے انکوائری آفس جارہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے ندا لگائی۔

بھئی کہاں کا ارادہ؟

جی کٹیہار!

آپ کے سامنے ''جانکی ایکپریس'' ہے یہ کٹیہار تو جارہی ہے!

اچھا؟؟؟؟

جی جی!

جھٹ سے ایک ڈبے میں چڑھ گئے۔ اور اطمینان کے ساتھ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ تھکان سے بدن

چور چور تھا، جوں ہی سیٹ پر ٹیک لگایا، آنکھیں لگ گئیں۔ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے کے بعد جب بیدار ہوا تو سامنے ''پورنیہ جنکشن'' تھا۔ یہی وہ غیر منقسم پورنیہ (کٹیہار+پورنیہ) ہے جس نے گلستان علم وادب کی آبیاری کی، جس کے بطن خاکی سے ملک وملت کے محافظ و مدافع معرضِ وجود میں آئے۔ کبھی علمی شہرت، ادبی سطوت، اور قومی وملی خدمت یہاں کے امتیازی نشانات ہوا کرتے تھے۔ مگر گردش ایام نے ان نشانات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے۔ گاڑی کافی دیر سے رکی ہوئی تھی۔ ٹرین کی کھڑکی پر سر دھرے انہیں خیالات میں گم تھا کہ نظر پلیٹ فارم کے ایک کونے میں بیٹھی زمانے کی آشفتہ حال، ستم رسیدہ اور بوسیدہ لباس ایک عورت پر پڑی۔ ساتھ میں تین/چار سال کی دو بچی اور گود میں ایک شیر خوار بچہ بھی ہے۔ بچوں کی کٹی پھٹی صورت، الجھے ہوئے بال، جسم پر پڑے گرد و غبار حوادث دوراں کی ستم کشی کا پتا دے رہے تھے۔ زبان اور لباس سے مسلم ہونے کا اندازہ ہو چلا تھا۔ ان کم سن، معصوم چہروں کی بے بسی اور بے کسی پر ماں کی ممتا پریشان و بے حال نظر آرہی تھی۔ پاس ایک سوکھی اور کڑی روٹی ہے۔ اور سوکھی بھی ایسی جسے دیکھ کر لگے کہ سورج کی سخت تپش میں اسے دو چار دن چھوڑ دیا گیا ہو۔ ماں اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کو جذب کرتیں، آہ و فغاں کی ہلکی، ہلکی سسکیاں لیتے ہوئے اس روٹی کو پہلے اپنے منہ سے چبا کر نرم کرتی ہے۔ پھر نوالہ بنا کر ان بچوں کے منہ میں دیتی ہے۔ یہ کمبخت بھوک بھی نا ان زمانے کے ماروں کے ساتھ بھی سمجھوتہ نہیں کرتی۔

اس دل سوز منظر کو دیکھ کر آنکھیں یکا یک بھر آئیں۔ دل اپنی جگہ اس تیزی سے دھڑکنے لگا کہ کہیں وہ باہر نہ آجائے۔ پورے وجود میں عجب سی رقت طاری ہو گئی۔ میں اترنے پر آمادہ تھا کہ اتنے میں ٹرین کی سیٹی بج گئی۔

یااللہ ! ٹرین کو ابھی ہی روانہ ہونا تھا؟

اے خدائے بر حق ! ان دل دوز مناظر کو دیکھ کر زمین کا کلیجہ شق کیوں نہیں ہو جاتا؟ آسمان کا سینہ دہلتا کیوں نہیں؟

گھر پہنچنے کے بعد بھی کئی دنوں تک اس واقعہ کا اثر مجھ پر طاری رہا۔ جب ذہن میں تصور آتا، دل میں کرب سی محسوس ہوتی۔

صاحبو! مذہب اسلام جو اپنی آفاقی تعلیمات کے حوالے سے افضیلت کا مقام رکھتا ہے۔ ایک اچھی شخصیت کی تعمیر اور اچھے معاشرے کی تشکیل میں اسلامی تعلیمات کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ حقوقِ انسانی، رواداری اور مساوات کے فروغ و استحکام میں اسلام بے نظیر ہے۔ لہذا ان تعلیمات میں سے پاس، پڑوس اور مخلوق کا خیال رکھنا بھی ہے۔ ان جیسے واقعات آپ بھی اپنی زندگی میں فیس کئے ہوں گے یا کرتے ہوں گے۔ پاس، پڑوس میں، شہروں کے سڑکوں اور فٹ پاتھوں میں ناجانے اس طرح کے بے شمار لوگ درد و کرب کی سانسیں لے کر زندگی گزارتے ہیں۔ چنانچہ حمیت انسانی و دینی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنے ایک لقمے میں بھی غیر کا حق سمجھیں اور حتی الامکان اس امت کے درد کا مداوا بنیں۔